بینش فاطمہ
اسکالر پی ایچ۔ ڈی اُردو
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

حیدر بخش حیدری کی تین داستانوں کا تجزیاتی مطالعہ

In this articles three tales Toota Kahani, Aarish-e-Mahal and Gulzar-e-Danish by Haider Bukhsh Haideri, has been critically analyzed. In the beginning of 19th century, the establishment of Fort William College had a significant role in the history of Urdu prose. This college not only played a vital role in the progress of Urdu prose but also established a direction for the future, due to which Urdu prose has been able to stand with the developed languages. Haider Bakhsh Haideri was a part of Fort William College. His name is considered as a great writer in Urdu literature. In Fictional literature, he got fame as a translator and compiler of Toota Kahani, Gulzar-e-Danish and Aarish Mahal. His tales are important with reference to story characterization, narration and especially context.

جدید اُردو نثر کی داغ بیل سامراجی انگریزوں کے ہاتھوں پڑی۔ جنھوں نے کلکتہ میں ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کی بنیاد ڈالی۔ اس کالج کا مقصد ان نو عمر انگریزوں کی تعلیم تھا جو انگلستان سے ہندوستان پہنچ رہے تھے اور آگے چل کر ذمہ دار عہدوں پر ان کا تقرر ہونا تھا۔ اس کالج میں اس قسم کی تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا کہ وہ اہل ملک کی زبان، ان کے خیالات، رسوم ورواج اور آئین وقوانین سے واقف ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں فورٹ ولیم کالج نے اردو کی بڑی خدمت کی۔ اردو میں سادہ اور روز مرہ کی زبان لکھنے کا ڈھنگ اس کالج کی وجہ سے رائج ہوا۔ مقفیٰ و مسجع عبارت ترک کر دی گئی۔ اس کالج میں بے شمار کتب تیار ہوئیں اور شائع کی گئیں۔ جن میں کچھ تراجم تھے۔ کچھ تالیفات اور کچھ انتخابات جو داستان، تاریخ وجغرافیہ، تذکرہ، لغت، صرف ونحو، مذہب اور اخلاقیات وغیرہ جیسے مختلف علوم پر مشتمل تھے۔ فورٹ ولیم کالج کی جانب سے جو داستانیں لکھی اور شائع ہوئیں ان میں باغ وبہار، داستان امیر حمزہ، نگار خانہ چین یعنی قصہ رضوان شاہ، آرائش محفل عرف قصہ حاتم طائی، مذہب عشق، نثر بے نظیر، اخوان الصفائ، خرد افروز، سنگھاسن بتیی، بے تال پچیسی اور مادھونل اور کام کندلہ قابل ذکر ہیں۔

حیدر بخش حیدری اٹھارہویں صدی میں فورٹ ولیم کالج سے وابستہ ہوئے۔ داستانوی ادب میں انھیں تین داستانوں توتا کہانی، گلزار دانش اور آرائش محفل کے مولف ومترجم کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی۔ ان کی تینوں داستانیں اپنے موضوعات اور مخصوص داستانوی اسلوب کی بنا پر مشہور ہیں۔ ان داستانوں کے علاوہ حیدر بخش حیدری کی

تصانیف کی تعداد فورٹ ولیم کالج کے تمام مصنفین سے زیادہ ہے۔ دیگر تصانیف میں قصہ مہر وماہ، قصہ لیلیٰ مجنوں، ہفت پیکر (مثنوی)، تاریخ مادری، گلدستہ حیدری، گلشِ ہند اور گل مغفرت شامل ہیں۔

"توتا کہانی" کا سلسلہ سنسکرت کی کتاب "شک سپ تتی (یعنی توتے کی کہی ہوئی نثری کہانیاں) تک سنسکرت میں اس کے کئی نسخوں کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے پہلا چنتا منی بھٹ ہے اور دوسرا سویتا مبر جین کا۔ شک سپ تتی کے ان نسخوں کے صحیح زمانے کا علم نہیں۔ ہاں بارہویں صدی میں سنسکرت کا مصنف پرہیم چند اپنی تصنیف "یوگ شاستر" میں شک سپ تتی کا ذکر کرتا ہے۔ سک سپ تتی سے ماخوذ ہندی اور فارسی کے نسخے بھی ملتے ہیں۔ بھیروں پرشاد نے سنسکرت قصے کو برج بھاشا میں "شک بہتری" کے نام سے منتقل کیا۔ ضیاء الدین بخشی بدایونی نے ۱۳۰۷ء میں فارسی میں "طوطی نامہ" مرتب کیا اور دسویں صدی ہجری میں اکبر بادشاہ کے حکم سے ابولفضل نے بخشی کے طوطی نامہ کا خلاصہ آسان اور سلیس فارسی میں کیا۔

حیدر بخش حیدری نے ۱۸۰۱ء میں گلکرسٹ کی فرمائش پر "طوطی نامہ" کو "توتی نامہ" کے نام سے ہندی زبان میں موافق محاورہ اردوئے معلی کے نثر میں عبارت سلیس زبان میں ترجمہ کیا۔ حیدری کا بیان یوں ہے:

"بموجب فرمایش موصوفی صاحب کے سن بارہ سے (سو) پندرہ ہجری، مطابق اٹھار سو ایک عیسوی کے حکومت میں ... مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر رام اقبالہ، کی محمد قادری کے "طوطی نامے" کا (جس کا ماخذ طوطی نامۂ ضیا الدین بخشی ہے) زبان ہندی میں موافق محاورہ اردوئے معلی کے نثر میں عبارت سلیس وخوب والفاظ ورنگین ومرغوب سے ترجمہ کیا اور نام اس کا "توتا کہانی" رکھا۔"(۱)

توتا کہانی دراصل کہانیوں کے اس سلسلے سے تعلق رکھتی ہے جن میں حیوانات کی دانش اور انسانوں کے ساتھ ان کی محبت اور لگاؤ دکھایا گیا ہے۔ توتا کہانی میں "توتا" ایک ثانوی کردار ہے جو خجستہ کو اپنے عاشق سے ملنے سے روکتا ہے اور اپنے شوہر سے وفاداری کا بالواسطہ درس دیتا ہے۔ زبان کی مخصوص ساخت کی بنا پر توتا انسانوں کی بولی کے چند جملے بول سکتا ہے۔ داستان میں توتے کو عقل ودانش کا حامل ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ داستان کا خاص رنگ ہے جس میں توتے کی دانشوری بعید از قیاس نہیں بلکہ داستان کی خوبی میں داخل ہے۔ توتے کا یہ کردار غالباً اس کی قوت گویائی کے سبب تفویض کیا گیا ہے۔

توتوں کی فہم ودانش کے علاوہ قدیم داستانوں میں عورت کی بے وفائی اور بدچلنی بھی خاص موضوع رہا ہے۔ بعض داستانوں میں عورت کو عیش وعشرت کی رسیا اور جفا پرست گردانا گیا ہے اور عورت پر عدم اعتماد کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اسی روش کی ترجمانی "شک سپ تتی" میں بخوبی ہوتی ہے۔ توتا کہانی کا ماخذ چونکہ محمد بخش قادری کا طوطی نامہ ہے۔ لہٰذا حیدری نے نہ صرف ہیرو ہیروئین کے نام بھی وہی رکھے جو کہ فارسی قصے میں ہیں بلکہ قصے کی مجموعی فضا بھی فارسی قصے سے مستعار لی ہے۔ توتا کہانی خالصتاً ہندوستانی پس منظر سے ابھرتی ہوئی کہانی ہے۔ اس کی جڑیں اسی دھرتی سے پھوٹتی

ہیں۔اس لیے اس کی کہانیوں کی بنت میں بیرونی عناصر کی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔کہانی کا مجموعی تاثر سراسر ہندی ہے اور اس کا بنیادی تعلق سنسکرت کے ذخیرے سے ہی ثابت ہے۔مرکزی کرداروں کے نام فارسی ہیں۔سنسکرت سے فارسی اور فارسی سے اردو کے قالب میں منتقلی نے کہانی کا رنگ وروپ تو بدل ڈالا مگر بنیادی خدوخال نہیں بدلے اور اصل ماخذ ومتن کے ساتھ ان کا ربط قائم رہا۔توتا کہانی میں پینتیس مختصر کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔لیکن جو بات اسے کہانیوں کے مجموعے سے داستان کے روپ میں تبدیل کرتی ہے وہ ان کہانیوں کا بنیادی کہانی سے ربط ہے۔داستان کی اکائیاں ایک مرکز پر آکر کل کی تشکیل کرتی ہیں اور کل میں دو کردار ہیں جو کہانی کا تانا بانا بنتے ہیں یہ کردار میمون اور خجستہ ہیں۔

توتا کہانی میں حقیقت پر مبنی حالات وواقعات پیش کیے گئے ہیں۔اس میں دیگر داستانوں کی طرح طلسماتی فضائیں نہیں۔نہ ہی دیو قامت بلائیں اور ساحرانہ چالیں۔اس میں زندگی سیاہی وسفیدی کی عکاسی کی گئی ہے۔بحیثیت مجموعی اس میں خیر وشر کی کش مکش دکھائی گئی ہے۔مگر اس کا مرکزی خیال عورت کی بے وفائی ہے۔جس کی مرتکب خجستہ ہوئی اور آخر کار شوہر کے ہاتھوں ماری گئی۔توتے کے کردار کو اس داستان میں پختہ دکھایا گیا ہے جو کہ خجستہ کو برائی سے روکتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوتا ہے۔لیکن آخر کار اس نے طوطا چشمی کا ثبوت دیتے ہوئے سارا قصہ میمون کے گوش گزار کر دیا۔سنسکرت کے قصے کے انجام میں ہیرو ہیروئین کو معاف کر دیتا ہے۔لیکن فارسی قصے میں اور حیدر بخش حیدری کی توتا کہانی میں ہیرو ہیروئن کو مار ڈالتا ہے اور وہ شوہر کے غضب کا شکار ہو جاتی ہے۔اس طرح یہ کہانی پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے اور اس کا انجام المیہ ہے۔

توتا کہانی میں تمام کہانیوں کے عنوانات مختلف ہیں۔مثلاً کوئی قصہ ہے، کوئی کہانی، کوئی نقل اور کوئی داستان۔ توتا کہانی کی بعض کہانیاں حکایت کا بہترین نمونہ ہیں۔بعض رومانی کہانیوں کی نمائندگی کرتی ہیں اور بعض داستانوی تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔حالانکہ توتا کہانی میں نہ تو پیچیدگی ہے اور نہ ہی استعجاب واضطراب۔یہ محض سیدھی سادی کہانیاں ہیں ڈاکٹر گیان چند نے توتا کہانی کو مختصر داستان کہا ہے اور یہ بات ایک حد تک درست ہے کیونکہ اس میں بنیادی کہانی موجود ہے جو پہلے قصے میں شروع ہو کر پینتیسویں قصے میں مکمل ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ اس میں داستان کے چند دیگر عناصر بھی ملتے ہیں۔اس کا بنیادی پلاٹ بہت ہی نحیف ہے۔بنیادی قصہ بہت مختصر ہے۔اسے ابتدا اور خاتمے پر جوڑ دیا گیا ہے۔اصل اہمیت کی حامل ضمنی کہانیاں ہیں۔یہ ضمنی کہانیاں اپنی جگہ آزاد اور مکمل ہیں۔انکا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔

بقول گیان چند:

"پلاٹ ایک کھونٹی کی مانند ہے جس پر مختلف کہانیوں کے تار ٹانگ دیئے گئے ہوں۔"(۲)

توتا کہانی میں ترجمے کی جھلک بالکل نہیں ملتی۔حیدری نے فارسی کی عبارتوں کو اس خوبصورتی سے اردو میں منتقل کیا ہے کہ ان کی ذاتی صلاحیتوں کے جوہر نکھر کر سامنے آئے ہیں۔البتہ یہ ضرور ہے کہ کہیں کہیں انھوں نے اصل نسخے کی پاسداری کی ہے۔کہیں وہ فارسی محاوروں کا استعمال کر جاتے ہیں تو کہیں صرف مفہوم ہی اخذ کر لیتے ہیں۔انھوں

نے اشعار کا بھی بکثرت استعمال کیا ہے۔یہ اشعار بیان میں لطف پیدا کرتے ہیں اور ان سے بیان کی روانی بھی مجروح نہیں ہوتی۔

توتا کہانی میں سادہ سلیس زبان کہانی کے ہر حصے میں نمایاں ہے۔اس میں گفتگو کا سا لطف ملتا ہے۔نہ کہیں ابہام ہے نہ اختصار۔اس کی نثر ٹھہری ہوئی اور متوازن سی ہے۔اس میں نہ تصنع ہے اور نہ الفاظ کی شعبدہ گری۔حیدری نے فارسی اور ہندی کے درمیان بڑا خوشگوار توازن قائم کیا ہے۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

"توتے نے کہا کہ ایک گیدڑ تھا کہ وہ ہمیشہ شہر میں جاتا اور ہر ایک آدمی کے باسنو میں منھ ڈالتا؟ چنانچہ اسی اپنی عادت سے ایک رات نیل گر کے گھر گیا اور اس کے نیل کے باٹ میں منھ ڈالتے ہی اس میں گر پڑا اور تمام بدن اس کا نیلا ہو گیا۔"(۳)

توتا کہانی میں نسوانی زبان اور محاورے بھی خال خال نظر آجاتے ہیں۔حیدری نے مقامی زبان کا بھی جابجا استعمال کیا ہے۔توتا کہانی کو اپنی سلیس اور بامحاورہ زبان کی بدولت آج بھی امتیاز حاصل ہے۔شیر علی افسوس نے توتا کہانی کی تصحیح کی تھی۔

"آرائش محفل" حیدر بخش حیدری کی ایک اور مشہور تصنیف ہے۔جسے فورٹ ولیم کالج کی تصانیف میں باغ وبہار کے بعد سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔آرائش محفل کے نام سے میر شیر علی افسوس کی ایک تصنیف بھی معروف ہے لیکن وہ بنیادی طور پر تاریخ کی کتاب ہے اور "خلاصہ التواریخ" کا ترجمہ ہے۔جبکہ "آرائش محفل" المعروف قصہ حاتم طائی ایک داستان ہے جس میں حاتم کی مہمات کا ذکر ہے۔جن سے وہ بخیر وخوبی نبرد آزما ہو کر داستان کو ایک منطقی انجام تک پہنچاتا ہے۔قصہ حاتم طائی میں قصہ در قصہ کی کیفیت پائی جاتی ہے۔حسن آراء کے سات سوال، سات کہانیوں کو سامنے لاتے ہیں۔ان میں ہر کہانی ایک جواب ہے۔یہ تمام جوابات مجتمع ہوکر ایک مرکز پر آتے ہیں اور انہیں ایک مرکز پر لانے والی ہستی کا نام حاتم ہے۔چنانچہ الگ الگ قصوں کا حسن بانو اور منیر شامی کی داستان سے بنیادی تعلق قائم رہتا ہے۔یہ قصے علیحدہ محسوس نہیں ہوتے کیونکہ ہر قصے کا ہیرو ایک ہی ہے اور ان کا بنیادی کہانی سے گہرا تعلق ہے۔

حیدری نے آرائش محفل کے آغاز میں لکھا ہے:

"یہ قصہ عبارت فارسی میں کسی شخص نے آگے لکھا تھا۔اب اس کو سید حیدر متخلص بہ حیدری دہلی کے رہنے والے نے امیر والا تدبیر پشت پیشاہ پیرو جواں دستگیر درماندگان وبیکساں نوشیر وان وقت ہمایوں بخت وزبدۂ نوئیناں عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیوان کی بارگاہ انگلستان مارکوئس دیلزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کی خدمت میں خداوند خدائیگاں والا شان عالیخاندان جان گلکرسٹ صاحب بہادر رام اقبالہ کے حکم سے ۱۲۱۶ء و ۱۸۰۱ء کے مطابق اور خلوص تینتالیس شاہ عالم بادشاہ

غازی کے موافق زبان ریختہ میں اپنی طبع کے موافق ہو۔اس کتاب سے جو ہاتھ لگی تھی ترجمہ نثر میں کیا اور اس کا نام آرائشِ محفل رکھا۔"(۴)

اس ابتدائیے سے تین باتوں کی وضاحت ہوتی ہے۔اول یہ کہ کتاب کا اصل مصنف کوئی اور ہے۔حیدری نے محض ریختہ میں اس کا ترجمہ کیا اور کہیں کہیں حد درجہ تعریف سے کام لیا۔دوم یہ کہ اس دور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار مضبوط ہو چکا تھا اور حیدری نے موقع کی مناسبت سے بیرونی آقائوں کی مدح سرائی میں حدوں کو چھو لیا ہے۔ حالانکہ اس دور میں بادشاہت اپنی آخری سانس لے رہی تھی اور ابھی ۱۸۵۷ء کا فیصلہ کن مرحلہ نہیں آیا تھا۔تیسری بات جو اس ابتدائیے سے ظاہر ہوتی ہے وہ حیدری کا شاہ عالم بادشاہ غازی کی روایت سے اتباع کرنے کا اعلان ہے۔اس سے مراد یقینا "عجائب القصص" ہے جو دہلی کے محاورے کے مطابق لکھی گئی۔حیدری بھی دہلی کے رہنے والے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بھی شاہ عالم کے دہلوی اسلوب کی پیروی کی۔جس کی بنیاد ہی سلاست نگاری ہے۔اگرچہ آرائش محفل میں باغ وبہار جیسا اسلوب نہیں لیکن قصے کی ایک خاص ادبی شان ہے جس نے اسے منفرد اور ممتاز مقام عطا کیا ہے۔نیز داستان کا مرکزی کردار ایک جاندار کردار ہے۔

آرائش محفل داستان بھی ہے اور اخلاق وعمل کا صحیفہ بھی۔ایثار اور خدمت خلق جسے بیش قیمت جذبے پوری داستان میں جاری وساری ہیں اور انہی کی بنیادوں پر داستان کی پوری عمارت کھڑی ہے۔اپنے خدوخال کے اعتبار سے آرائش محفل بڑی داستانوں کا سا انداز رکھتی ہے۔عام داستانوں کی طرح آرائش محفل کا پلاٹ غیر مربوط اور وحدت سے عاری ہے۔اس میں جو سات مہمات کا ذکر ہے، وہ دراصل حسن بانو کے سات سوالوں کے سبب وجود میں آئی ہیں۔

وہ سات سوال یوں ہیں:

۱۔ ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار دیکھنے کی حوس ہے۔

۲۔ نیکی کر دریا میں ڈال۔

۳۔ کسی سے بدی نہ کر۔اگر بدی کرے گا تو بد پاوے گا۔

۴۔ سچ کہے میں ہمیشہ راحت ہے۔

۵۔ کوہِ ندا کی خبر لانا۔

۶۔ اس موتی کا جوڑا تلاش کرنا جو مرغابی کے انڈے کے برابر ہے۔

۷۔ حماد باد گرد کی خبر لانا۔

انہی سات سوالات کے اند رہی مہم جوئی کی دعوت پوشیدہ ہے۔کلیم الدین احمد لکھتے ہیں:

"یہاں پر سوال ایک دروازہ ہے جس سے کسی مہم کی راہ کھلتی ہے۔ہر سوال ایک دعوت ہے، جرات وبلند حوصلگی کی آزمائش کی۔ہر سوال ایک سچ ہے جس سے مختلف قسم کے واردات نکلتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔"(۵)

اس تجزیے سے قطع نظر ان سوالوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دوسرے تیسرے اور چوتھے سوال میں بہترین اخلاقی درس پنہاں ہے۔ مذکورہ سات مہموں کو کو آزاد کہانیاں بھی کہا جا سکتا ہے۔ ان کا آپس میں بس اس حد تک تعلق ہے کہ کسی سوال کا حوالہ کسی مہم میں آجاتا ہے اور مرکزی کردار ایک ہی ہے۔ اسی بنا پر ساری مہمات ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ حاتم کی ہر مہم اپنے دامن میں قصہ در قصہ کی پیچیدگی بھی رکھتی ہے۔ یہ قصے اپنے خدوخال میں اصل قصے کے ہی مماثل ہیں۔ یہاں ضمنی کہانیاں بھی ہیں اور ان سب کا واسطہ مرکزی قصے سے نہیں بلکہ محض حاتم کی ذات سے ہے۔

آرائش محفل میں مافوق الفطرت عناصر کی کثرت ہے۔ یہاں دیومالا اور پریوں کی کہانیاں بھی ہیں اور ان کے طلسمات بھی۔ عجب وغریب جانور بھی ہیں اور حشرات الارض کی حشرسامانیاں بھی۔ ان دیوئوں اور پریوں کے کرشمات غیر معمولی نہیں، ان کی سرشت میں برائی بھی نہیں۔ حاتم کے فعل وعمل کے سامنے یہ سب بے بس ہیں۔ ساحروں اور ان کے طلسم کا یہ عالم ہے کہ شام کا جادوگر حاتم سے مہرہ نہیں چھین پاتا۔ کوہ ندا اور حمام جادوگر کے طلسمات دلچسپ ہیں لیکن ان میں ہیبت اور دہشت کے تاثر کا پرتو بھی نہیں جھلکتا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ سارے عناصر داستانوی رنگ کو تیز کرنے میں ممدو مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ آرائش محفل میں جگہوں کے ناموں کی فراوانی ہے۔ مثلاً، طوفان، قہرمان، یمن، شام، خوارزم، چین، ہندوستان، شہر سورت، کوہ قاف اور دریائے قلزم وغیرہ۔ یہ سارے مقامات جغرافیائی حدود سے ماوراء ہیں۔

یوں تو اس داستان کا ماخذ فارسی قصہ ہے۔ لیکن آرائش محفل میں جابجا ہندوستانی تہذیب اور رسوم ورواج کے عناصر اپنی جھلک دکھاتے ہیں۔ مثلاً پانچویں مہم میں حاتم کوہ ندا کی خبر لانے کے لیے چلتے چلتے ہندوستان آپہنچتا ہے۔ یہاں اسے دودھ اور مٹھا (چھاچھ) پینے کو دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ستی کی رسم کا ذکر بھی قصے میں ملتا ہے۔ داستانوں کا اہم جزو تبلیغ مذہب ہے۔ اس قصے میں بھی مذہبی تبلیغ کا عناصر موجود ہے۔ حاتم کا خدا کی تائید اور اس کی قدرت پر کامل اعتقاد ہے۔ ایمان کی اس پختگی کے باعث وہ مشکل مرحلے سے گزر جاتا ہے اور اس کی فتح ایمان کا درجہ رکھتی ہے۔ حاتم کی زندگی کا نصب العین دوسروں کی مدد کرنا ہے۔ وہ پاکیزہ اخلاق وصفات کا مالک ہے اور اسے ہر حال میں خدا کا شکر کرنے کی عادت ہے۔

حاتم کے بعد دیگر کرداروں میں حسن بانو اور بادشاہ کے پیر کا کردار بھی نمایاں ہے۔ سید وقار عظیم نے حاتم طائی کے قصے اور کرداروں پر مجموعی رائے دیتے ہوئے لکھا ہے:

"حاتم کے قصے کی بنیاد سرتا سر ایثار اور خدمت گزاری کے جذبات پر ہے۔ حاتم کا ہر قدم نیکی اور خدا ترسی کی طرف ایک قدم ہے اور اس کے ہر قدم پر سننے اور دیکھنے والوں کے لیے ناقابل فراموش درس پنہاں ہے۔ داستان گو نے خیر

کی اس فضا کو پورے قصے پر اس طرح جاری وساری رکھا ہے کہ حاتم کے علاوہ بھی پڑھنے والے کا سابقہ جن جن کرداروں سے ہوتا ہے ان کا ہر عمل نیکی کے جذبات واحساسات کا حامل وتابع ہے۔"(۶)

آرائش محفل میں حیدری نے بالعموم سادہ اور سلیس زبان استعمال کی ہے۔لیکن اس سادگی اور سلاست میں گفتگو کا سا انداز نہیں ہے۔اسلوب بیان کی روانی بھی لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔حیدری نے قصے کے آغاز میں سادہ نگاری کی جو فضا قائم کی ہے اسے آخر تک کامیابی سے نبھا نہیں سکے۔مگر یہ ضرور ہے کہ انھوں نے نثر کو بطور خاص نثر کے ہی برتا ہے اور نثر کے پردے میں شاعری نہیں کی۔موقع اور محل کے لحاظ سے بڑا موزوں اور مناسب انداز بیان اختیار کیا ہے۔وہ جو کہنا چاہتے ہیں اسے پورے تاثر اور صداقت کے ساتھ کہہ گئے ہیں۔انھوں نے خواہ مخواہ بیانات کو طویل کرنے کے لیے تشبیہات واستعارات کے دریا نہیں بہائے۔غلو اور اغراق سے کام نہیں لیا۔بلکہ سارے قصے پر اپنی گرفت مضبوط رکھی ہے۔ان کے ہاں رعایت لفظی کا مظاہرہ خال خال نظر آجاتا ہے۔اسے ہم انشاء پردازی کا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔یہ حصے بھی پرکشش ہیں۔حالانکہ آرائشِ محفل کے جملوں میں ترنم اور آہنگ کا فقدان ہے۔ان کے اکثر جملے فرسودگی اور بوسیدگی کا لبادہ اوڑھے دکھائی دیتے ہیں۔جسے ہم کافی حد تک فارسی کا اثر قرار دے سکتے ہیں۔لیکن کہیں کہیں حیدر نے آرائش محفل میں روز مرہ اور محاورے کا بڑا خوشگوار توازن پیش کیا ہے۔اس داستان میں سراپا نگاری، جزئیات نگاری اور مناظر فطرت کے مرقعے نہیں ملتے۔البتہ معاشرت کی تصویریں کہیں کہیں منعکس ہو جاتی ہیں۔آرائش محفل کے اسلوب پر کلیم الدین احمد اپنی رائے اس طرح دیتے ہیں:

"یہ بھی درست ہے کہ یہاں سادگی اور اختصار ہے اور عبارت فطری ہے لیکن اس میں کوئی خاص بات بھی نہیں اور وہ ادبی خوبیاں نہیں جو کسی انشاء کو ابدیت عطا کرتی ہیں۔اس کی یہ اہمیت ضرور ہے کہ یہ موجودہ سادہ اردو نثر کا اولین نمونہ پیش کرتی ہے اور یہ اس کی تاریخی اہمیت ہے۔اس کے علاوہ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد بھی یہ اس قابل ہے کہ پڑھی جا سکے۔"(۷)

آرائش محفل میں حاتم کے کردار نے نہ صرف اس عہد کو متاثر کیا بلکہ وہ اب تک سخاوت کے استعارے کی حیثیت سے ضرب المثل بن گیا ہے۔بحیثیت مجموعی آرائش محفل ایک زندہ داستان ہے۔دیگر اعتراضات سے قطع نظر آرائش محفل کی مذکورہ تاریخی اہمیت کے بعد آخری بات یہی ہے کہ یہ آج بھی پڑھے جانے کے قابل ہے اور یہی اس کی کامیابی کی دلیل ہے۔

گلزار دانش حیدر بخش حیدری کی تیسری مشہور تصنیف ہے۔جس کی موجودگی کی اطلاع محققین ومورخین ادب دیتے رہے۔لیکن ان کی رائے میں یہ مشہور کتاب اب نایاب ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند کا بیان اس طرح ہے:

"حیدری نے فارسی کی مشہور داستان بہار دانش کا ترجمہ گلزار دانش کے نام سے کیا۔اس ترجمے کا نہ کوئی نسخہ ملتا ہے نہ اس کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم ہو سکی ہے۔"(۸)

مولانا حامد حسن قادری نے "داستان تاریخ اردو" میں اس کتاب کے نایاب ہونے کے بارے میں شہادت دی کہ گلزار دانش بھی اب گم ہے۔کافی عرصہ پردہ گمنامی میں رہنے والی اس داستان کو ڈاکٹر عبادت بریلوی دریافت کر کے اسے شائع بھی کر دیا اور اس غلط فہمی کا ازالہ بھی کر دیا کہ حیدری کی تصنیف کا کوئی قلمی نسخہ موجود نہیں۔ڈاکٹر صاحب کو اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز لندن یونیورسٹی کے قیام کے دوران یورپ کے مختلف کتب خانوں میں کام کا موقع ملا۔اسی دوران انھوں نے کئی نادر کتب دریافت کیں جن میں سے ایک اہم داستان گلزار دانش بھی ہے۔

گلزار دانش شیخ عنایت اللہ کی فارسی داستان بہار دانش کا اردو ترجمہ ہے۔حیدر بخش حیدری حمد، نعت رسول مقبول ﷺ ور مدح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کتاب کے دیباچے میں مصنف کی حقیقت اور کتاب کے ترجمہ کرنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کتاب بہار دانش کو شیخ عنایت اللہ طوطی سخن نے ایک برہمن بچہ حسین ومہ جبین کے کہنے سے تصنیف کیا تھا۔"(۹)

کتاب کی ابتدا میں محمد صالح کا دیباچہ بھی شامل ہے۔یہ دیباچہ حیدری کے اسلوب تحریر سے یکسر مختلف ہے اور فوراً محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ فورٹ ولیم کالج کی نثر نہیں ہے کیونکہ عبارت میں آرائش لفظی کا خاص اہتمام نظر آتا ہے۔حیدری نے کتاب کے سن اشاعت کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"سنہ بارہ سو اٹھارہ ہجری مطابق اٹھار سو چار عیسوی کے فرمانے سے صاحب والاشان، ارسطوئے زمان، وفلاطون چشم، مخزن لطف وکرم جناب ولیم ہنٹر دام اقبالہ کے موافق اپنی طبع کے زبان ریختہ میں ترجمہ کیا اور اس کا نام گلزار دانش رکھ کر اہل دانش وبینش کی نذر گزارا۔"(۱۰)

گلزار دانش میں حیدری کا اسلوبِ بیان "توتا کہانی" کے اسلوب سے قدرے مختلف نظر آتا ہے۔اس داستان میں توتا کہانی کی سی سلاست اور روانی نہیں۔آغاز داستان سے قدرے دقیق نثر کی ابتدا ہوئی ہے۔حیدری ایک باکمال مصنف اور مولف تھے۔انھوں نے فورٹ ولیم کالج کو گراں قدر ادبی سرمائے سے نوازا۔ان کا اندازِ سلیس ہو کر بھی قدرے دقیق اس لیے ہو سکتا ہے کہ ان کے عہد میں شوکت لفظی کے مظاہر ابھی زندہ تھے اور ایک باکمال مصنف ہونے کے ناتے حیدری کا اپنے عہد کی روایات سے متاثر ہونا خارج از امکان نہیں۔توتا کہانی کی مختصر کہانیوں میں اس طرزِ تحریر کی گنجائش کم تھی۔جب کہ گلزارِ دانش میں فورٹ ولیم کالج کی روایت کی پیروی کرتے ہوئے بھی حیدری نے اپنے خاص اسلوب کے نقوش مرتب کیے۔

گلزار دانش ایک داستان ہے لیکن یہ داستانوں کی اس قسم سے تعلق رکھتی ہے جو ایک مبدا ومنتہا رکھنے کے باوجود کئی چھوٹی چھوٹی کہانیوں کو اپنے دامن میں سموئے ہوتی ہیں۔گلزار دانش کی ابتداء ایک روایتی قصے سے ہوتی ہے جس میں ایک بادشاہ تمام تر نعمتوں اور جاہ وحشمت کے ہوتے ہوئے اولاد سے محرومی کا دکھ رکھتا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ

یہ ابتدائیہ اکثر داستان نویسوں کا پسندیدہ موضوع ہے۔ نوطرز مرصع، باغ وبہار، قصہ مہر افروز ودلبر، عجائب القصص، نو آئین ہندی اور گلزار دانش سمیت داستانوں کا یہی آغاز ہے۔

گلزار دانش میں بھی اس جیسی دیگر داستانوں کی طرح بادشاہ اطمینان کامل سے محروم ہے اور راتوں کو عبادات ومناجات میں مصروف رہ کر اولاد کی دعا مانگتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی شام آرزو صبح اقبال سے تبدیل ہوئی۔

گلزار دانش ایک رومانی داستان ہے جو اپنی تخلیق کے اعتبار سے کسی طرح بھی داستانوں کی روایت سے اختلاف نہیں رکھتی۔ توتا کہانی کی طرح اس میں ایک توتا موجود ہے۔ (جس کا املاء یہاں بھی حیدری نے "توتا" ہی لکھا ہے۔) داستان میں عورتوں کی مکاریوں کے قصے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں اوراق کے گم ہونے پر داستان کا تسلسل ٹوٹتا محسوس ہوتا ہے۔ گلزار دانش کے مطالعہ میں جو بات خاص طور پر کھٹکتی ہے وہ حیدری کا طرز تحریر ہے جو فورٹ ولیم کالج کا خاصا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قصے کو باغ وبہار کی طرح دلچسپی سے نہیں پڑھا جا سکتا نہ اس میں شکنتلا کی سی سادگی ہے۔ گلزار دانش کے دقیق اسلوب کا ایک نمونہ درج ذیل ہے:

"جب جہاندار سلطان نے توتے کی زبان نادر بیان سے اس کبک کہسار دلبری کے حسن وجمال کی کیفیت سنی بے دیکھے اس پری دیدار کے طرہ دابدار کی کمندیں گردن دل پھنسا دی یہاں تک کہ اس ہجلہ دلبری کی معشوقہ کے طائر دل نے اس کی خاطر نازک سی ڈالی پر گھونسلا بنا دیا۔"(۱۱)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حیدری لفظوں کی صناعی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کی اس کتاب کا فورٹ ولیم کالج کے تراجم سے تو تعلق ہے مگر تحریک سلاست نگاری سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ یہ طرز تحریر لکھنوی دبستان نثر کا ترجمان ہے۔ گلزار دانش میں شہزادہ جہاندار اور مہروز سے شادی کا قصہ بیان ہوا ہے۔ حیدری نے یہ قصہ تفصیل سے اور تمام تر جزئیات کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ ان داستانوں کے بعد جہاندار سلطان اور بہرہ ور بانو کے عشق اور وصال کی داستان ہے۔ یہ داستان بھی اپنے جلو میں بہت سی پیچیدگیاں رکھتی ہے۔ گلزار دانش کا اختتام جہاندار کی موت اور بہرہ ور کے نالہ وشیون پر ہوتا ہے۔ گلزار دانش میں حیدری کے اسلوب سے ترجمہ پن کی جھلک صاف نمایاں ہے۔ ان کی زبان بے حد گنجلک ہے۔ تراکیب اور تشبیہات کی کثرت ہے۔ زبان وبیان کی یہ دقت پسندی اور رنگینی کسی خاص حصے تک محدود نہیں بلکہ تقریباً پوری داستان میں یہی انداز بیان بکھرا ہوا ہے۔ حسن کا بیان ہو یا عشق کا، حیدری کی دقت پسندی کے باعث کوئی تصویر واضح نہیں ہوتی اور نہ کوئی تاثر پیدا ہوتا ہے۔ حیدری کی رنگین بیانی بے حد بے کیف ہے اور طبع پر گراں گزرتی ہے۔

سراپا نگاری کی یہ مثال ملاحظہ ہو:

"چند سے مکھڑے پر زلف مشکیں کو چھوڑ دیا۔کانوں میں موتیوں کے گچھے ڈال کر بنائو کیا۔عشوہ وناز کو جادو کے ہنر سکھائے۔عقدہ پردیں کو ماہ سے ملایا۔یہ بال بال موتی پرو دیا۔فریب کا سرمہ اپنی نرگسی انکھڑیوں میں دیا۔نازوانداز پر نظر رکھ کر اپنے سرو سے قد کو کیسر یا جوڑے سے ارغوانی کیا۔سراپا کو بخوبی سنوارا۔تاج عسہر سر پر رکھا۔"(۱۲)

حیدری نے خال خال ہی مقامی الفاظ اور ضرب الامثال کا استعمال کیا ہے۔لیکن ان کی دقت پسندی اور مسجع انداز بیان ان سب پر غالب ہے۔حیدری نے اشعار کا استعمال کثرت سے کیا ہے۔اول پر تصنع اسلوب، دوم یہ اشعار قصہ کی روانی میں بے حد مانع ہوئے ہیں۔توتا کہانی کے مصنف کے قلم سے ایسی زبان اور اسلوب دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بحیثیت مجموعی گلزار دانش ایک روایتی داستان ہے۔تاہم حیدری کی اس تالیف کی دریافت سے اردو میں ایک داستان کا مزید اضافہ ہوا۔جس میں سلاست وسادگی نہ سہی بیان کی رنگین سطور موجود ہیں اور ایک عہد کی سوچ کی ترجمان بھی ہے۔ جب عورت یا تو قابل نفرت تھی یا کسی صاحب جمال کی دلبر ومحبوب تھی۔اس داستان میں عورت کے ایسے مختلف روپ پیش کیے گئے ہیں۔

حیدر بخش کا اسلوب نگارش فورٹ ولیم کالج کا مخصوص اسلوب تحریر ہے۔اس میں بیک وقت سادگی بھی ہے اور روانی بھی۔اس کے ساتھ ساتھ اس اسلوب میں روز مرہ اور بول چال کی لذت بھی ہے۔توتا کہانی اور آرائش محفل میں انھوں نے یہی طرز نگارش استعمال کیا ہے۔لیکن ان کی تالیف گلزار دانش میں ثقیل ودقیق زبان اور تراکیب استعمال کی گئی ہیں۔اسالیب کی یہی بوقلمونی اور رنگا رنگی اور موضوعات وکردار نگاری کے یہی متنوع معیارات دنیائے داستان کا خاصہ ہیں اور اس صنف کو سندِ امتیاز بخشتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عبیدہ بیگم، ڈاکٹر، فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، نصرت پبلشرز، لکھنو، ۱۹۸۳ء، ص۲۸۱

۲۔ گیان چند، ڈاکٹر: اردو کی نثری داستانیں، انجمن ترقی اردو، کراچی، اشاعت ثانی، ۱۹۶۹ء، ص۵۹

۳۔ عبیدہ بیگم، ڈاکٹر، فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، ص:۲۹۱

۴۔ حیدر بخش حیدری، ابتدائیہ، آرائش محفل، شائع کردہ ملک دین محمد اینڈ سنز، تاجران کتب، اشاعت منزل، بل روڈ کشمیری بازار، لاہور، پاکستان، س ن، ص۲

۵۔ کلیم الدین احمد، اردو زبان اور فن داستان گوئی، ادارہ فروغ اردو لکھنو، ۱۹۷۳ء، ص۱۸۰

۶۔ سید وقار عظیم: ہماری داستانیں، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۸ مئی ۱۹۵۶ء، ص۲۵۶

۷۔ کلیم الدین احمد، اردو زبان اور فن داستان گوئی، ص۱۵۰

۸۔ گیان چند، ڈاکٹر، اردو کی نثری داستانیں، ص۲۰۳

۹۔ حیدر بخش حیدری، گلزار دانش، حصہ اول، مرتب: عبادت بریلوی، ڈاکٹر، یونیورسٹی اورینٹل کالج، س ن، ص:۴۹

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ ایضاً، ص۷۰

۱۲۔ ایضاً، ص۱۹۱